شاہ جی سے پہلی ملاقات

یادوں کے چراغ........ روشن واقعات

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ کے گردو نواح گزرے ہوئے پچاس سالہ دور کے چند ایک واقعات لکھ رہا ہوں۔ ورنہ حضرت مرحوم و مغفور پر قلم چلاتے وقت ان کی پاکیزہ زندگی کے بے شمار واقعات دماغ میں مچل رہے ہیں جو کہ اکثر احباب کی مجلسوں میں بیان کرتا ہوں۔

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات و تعارف جون ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ ہمارے ضلع گورداسپور میں جماعتی لحاظ سے ایک معروف قصبہ "ورک" تھا جو کہ بٹالہ شہر سے جانب شمال سات آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں انجمن تبلیغ الاسلام اہل حدیث کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا۔ انجمن کے ناظم مولانا حافظ گوہر الدین مرحوم حضرت شاہ جی علیہ الرحمتہ کے پروانے تھے۔ جون ۱۹۳۵ء میں حافظ صاحب نے سالانہ جلسہ کے موقع پر جمعتہ المبارک کے خطبہ کے لئے حضرت شاہ جیؒ کو دعوت دی۔ جو انہوں نے قبول فرمالی۔ قصبہ ورک کے ملحق ایک گاؤں تھا "اٹھواں" جس کی تمام آبادی مرزائی تھی۔ وہ بھی انہیں تاریخوں میں مرزائیت کے پرچار کے لئے سالانہ جلسہ منعقد کیا کرتے تھے۔ "ورک" کے سالانہ جلسہ پر اس وقت کے معروف علماء کرام، مناظران اسلام تشریف لایا کرتے تھے۔ اور "اٹھواں" میں مرزا بشیر الدین محمود اپنے مبلغین اور مناظرین کے لشکر کے ساتھ براجمان ہوتا تھا۔ ہر سال مرزائیوں کے ساتھ ایک دو مناظرے بھی "ورک" میں ہوجایا کرتے تھے۔ ادھر "ورک" میں ختم نبوت کے پروانے اُدھر مرزائیت کے اسیر کثیر تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ "قادیان" چونکہ ضلع گورداسپور میں تھا۔ اس لئے ضلع میں مرزائیت کی خاصی تعداد پھیلی ہوئی تھی۔ ورک کے سالانہ جلسہ کا اشتہار اور حضرت امیر شریعت کے خطبہ جمعتہ المبارک کا پڑھ کر پورے ضلع کی مسلمان آبادی بلکہ امرتسر اور سیالکوٹ، جالندھر، ہوشیار پور کے ملحقہ اضلاع سے لوگ لاکھوں کی تعداد میں آئے۔ ہزاروں مرزائی بھی حضرت شاہ جی کا خطبہ سننے آئے۔ سکھ، ہندو کثیر تعداد میں آئے۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ تعالےٰ نے اس شرف سے نوازا تھا کہ یہاں ان کی تشریف آوری کا سنتے ہی گاؤں کے گاؤں، دیہاتوں کے دیہات، شہروں کے شہر ایسے اکٹھے ہوتے جیسے ان کو فرشتے گھروں سے نکال کر لاتے۔ لاکھوں کے اجتماع میں اپنے دور کا بے مثال خطیب بلکہ پورے ہندو پاکستان کی بارہ سو سالہ تاریخ میں خطابت کا بادشاہ، پوری پوری رات اپنے خطاب سے سامعین کو مسحور کیے رکھتا۔ بات خطبۂ جمعہ کی ہورہی تھی۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ ان دنوں سیاہ ریش نوجوان تھے۔ اور میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ میری داڑھی کا آغاز تھا۔ ورک گاؤں کے مشرق میں ایک مسجد تھی اور جلسہ مغرب میں ایک بہت بڑے باغ میں تھا۔ لوگ صبح ہی سے حضرت شاہ جی کا خطاب سننے کے لئے آنے شروع ہوگئے تھے۔ تاکہ منبر کے قریب جگہ مل سکے۔ میں بھی اپنے خاندان کے جملہ افراد اور رفقاء کے ہمراہ تقریباً گیارہ بجے ورک پہنچا تو خیال کیا کہ جلسہ گاہ میں شاید کثرت ہجوم کی وجہ سے وضو کے لئے جگہ نہ مل سکے۔ باوجود کہ جلسہ گاہ والا باغ نہر کے کنارے پر تھا لیکن لوگ کئی میل تک بیٹھے نہر کنارے وضو کررہے تھے۔ ہم

گاؤں کی شرقی مسجد میں اپنے قافلہ کے ہمراہ وضو کے لئے گئے تو وہاں مسجد کے باہر کچھ پولیس کے سپاہی تھے اور احرار کے رضاکار لال کرتوں میں ملبوس نظر آئے معلوم ہوا کہ یہاں مسجد میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ آج سے پیشتر کئی دفعہ حضرت کو سٹیج پر بٹالہ، گورداسپور، اور قادیان دور سے دیکھا تھا آج قریب سے زیارت و ملاقات کا موقعہ مل رہا ہے۔ ہم نے جلدی جلدی وضو کیا تاکہ حضرت کی باوضو ملاقات و زیارت کی جائے۔ ہم لوگ مسجد کے برآمدے میں بیٹھے تھے کہ حضرت قبلہ شاہ جی تشریف لے آئے۔ ہم دیکھ کر فوراً ادب سے کھڑے ہوئے اور آپ نے بلند آواز سے "السلام علیکم و رحمتہ اللہ" فرماتے ہوئے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں لیکن ہم سب نے کھڑے کھڑے حضرت سے مصافحہ کیا اور آپ بیٹھ گئے۔ پہلی نگاہ اور ملاقات نے تسلیم کر لیا کہ یہ شخص خالص سید ہے۔ دین اسلام اور ختم نبوت کا سالار ہے۔ یہ تھی پہلی ملاقات اور باقاعدہ زیارت جس کو میں زندگی کی ایک عظیم پونجی اور سرمایہ سمجھتا ہوں۔

مسجد سے فارغ ہو کر حضرت شاہ جی کی معیت میں جو باقاعدہ جلوس کی شکل تھی جلسہ گاہ پہنچے۔ ہزارہا لوگوں نے آپ کی آمد پر والہانہ انداز میں سید عطاء اللہ شاہ زندہ باد اور نعرۂ تکبیر بلند کئے جن کی گونج نے ایک میل کے فاصلہ پر مرزائیوں کے اجتماع میں لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اس میں مبالغہ نہیں ہے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان اور اس علاقے کے در و دیوار سے بخاری زندہ باد کی گونج آ رہی تھی۔ مؤذن نے اذان دی اور ٹھیک بارہ بجے جمعتہ المبارک کا خطبہ شروع ہوا۔ منبر رسول کے اصل وارث نے جب خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت اپنے مخصوص انداز میں کی جو کہ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر اللہ کریم نے عطا کیا ہوا تھا۔

و اذا لقو الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلو الیٰ شیطینھم قالوا انّا معکم انما نحن مستھزؤن (سورت البقرہ پہلا رکوع)

لوگ جھوم گئے۔ غیر مسلم سکھ اور ہندو بھی واہ گورو جے رام پکار اٹھے۔ تین گھنٹے کے خطبۂ جمعہ میں مرزائیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور انگریزی حکومت کو للکارا۔ درجنوں مرزائی اور دیگر غیر مسلم کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ مرزائیت کے در و دیوار کانپ اٹھے۔

قصبہ ورک کے قریب سکھوں کی کثیر آبادی کا گاؤں تھا۔ یہاں چند غریب مسلمان گھر بھی آباد تھے۔ اور انہوں نے ایک چھوٹی سی کچی مسجد بنائی ہوئی تھی۔ وہاں اذان (جس کو پنجابی لوگ دیہات میں "بانگ" کہتے ہیں) پر جھگڑا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے چار پانچ قتل ہو چکے تھے۔ علاقہ میں بڑی کشیدگی تھی۔ مسلمان اذان دینے پر مصر تھے۔ اور سکھ بزور روکے ہوئے تھے۔ اس کشیدگی کو دور کرنے کے لئے پنڈت نہرو، سکھوں کے بڑے بڑے لیڈر اور مسلمانوں کے رہنما مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم بھی آ چکے تھے۔ لیکن حالات قابو سے باہر ہی ہوتے گئے۔ پولیس اور فوج اس قدر موجود تھی۔ کہ مارشل لاء کا تصور ہوتا تھا۔ سکھ مصر تھے کہ ہم اپنے گاؤں میں اذان نہیں ہونے دینگے اور مسلمان مصر تھے کہ ہم ضرور اذان دینگے۔ اس گاؤں کے سکھ اور مسلمان بھی کافی تعداد میں شاہ جی کا خطبہ جمعہ سننے اور دیدار کرنے آئے ہوئے تھے۔ عصر کی نماز شاہ جی نے پنڈال ہی میں ادا کی۔ تو اس گاؤں کے سکھوں اور مسلمانوں نے مشترکہ طور پر اپنے گاؤں جانے کی دعوت دی تاکہ مسلمانوں اور سکھوں کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ جس کو شاہ جی نے

بخوشی منظور کر لیا۔ شاہ جی جب اس گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو ہزاروں مسلمان اور سکھ حضرت شاہ جی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سکھوں اور مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ جب اس گاؤں میں ہزارہا افراد کا قافلہ شاہ جی کی قیادت میں پہنچا تو وہاں سکھوں کے گوردوارے کے سوا کوئی فراخ جگہ نہ تھی۔ سکھوں نے پیشکش کی کہ شاہ جی ہمارے عبادت خانہ (گوردوارہ) میں تقریر فرمائیں۔ وہ تین چار ایکڑ رقبہ میں تھا۔ اس میں بڑے پیپل اور بوہڑ کے درخت تھے۔ ایک بہت بڑا پختہ "تھڑا" تھا۔ جس کا رقبہ ۱۰۰ فٹ مربع تھا۔ اس پر ایک بڑا تخت پوش لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ اس تھڑے پر تخت پوش کے اوپر کھڑے ہوئے، خطبہ مسنونہ پڑھا تو لوگ جھوم اٹھے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد حاضرین بالخصوص سکھوں سے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا کیا نام ہے؟ سکھوں نے بلند آواز میں کہا "بانگ والی"۔ شاہ جی نے کہا تم جھوٹ اور غلط کہتے ہو، سچ بتاؤ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے پھر بلند آواز سے کہا شاہ جی ہمارے گاؤں کا نام "بانگ والی" ہے۔ تو شاہ جی نے غضبناک انداز میں فرمایا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد بانگ کے اتنے عاشق تھے اور تم ناخلف مسلمانوں کو بانگ نہیں دینے دیتے۔ اس کے بعد شاہ جی نے اذان کا ترجمہ کر کے پنجابی زبان میں ان کو سمجھایا۔ وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ شاہ جی کے قدموں پر گر پڑے۔ اپنی جہالت اور ضد کی وجہ سے معذرت کرنے لگے اور بالاتفاق کہا ہم اب کبھی اذان نہیں روکیں گے۔ آپ خود ہمارے گوردوارہ میں اذان دیں۔ چنانچہ شاہ جی نے مغرب کی اذان خود وہاں کہی۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہزاروں سکھوں، سکھنیوں اور مسلمان مرد وزن نے شاہ جی کی امامت میں نماز ادا کی۔ پھر تقسیم ملک تک وہاں اذان پر جھگڑا نہیں ہوا۔ رات شاہ جی پھر واپس "ورک" آ گئے۔ کیونکہ بعد نماز عشاء پھر وہاں خطاب تھا۔ یہ اس مرد غازی کی اذان اور تقریر کا اثر تھا جو غیر مسلموں کو بھی متاثر کیا کرتا تھا۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک سے پیشتر رمضان المبارک کا جمعۃ المبارک کا خطبہ ہر سال "قادیان" میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جسے سننے کے لئے گورداسپور کا پورا ضلع بلکہ ملحقہ اضلاع جالندھر، ہوشیارپور، امرتسر، سیالکوٹ، لاہور تک کے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان تشریف لاتے۔ ضلع گورداسپور کے بعد شرکاء میں دوسرا نمبر سیالکوٹ کا ہوتا تھا کیونکہ حضرت شاہ جی سیالکوٹ کو "مدینۃ الاحرار" فرمایا کرتے تھے۔ ان لاکھوں افراد کے وضو کے لئے پانی کا انتظام شہر بٹالہ کے مغل برادری کے کارخانہ دار کیا کرتے تھے۔ بٹالہ کو مسلمانوں کا "قسطنطنیہ" فرمایا کرتے تھے۔ اس عدیم المثال دینی اور روحانی اجتماع کے انتظامات کے لئے ہزاروں کی تعداد میں "جیش احرار" کے رضاکار اپنے مخصوص سرخ لباس میں ملبوس جمعرات کی صبح تک بٹالہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ بٹالہ کے مسلمان ان کی افطاری و سحری کا پرتکلف انتظام کرتے اور حق میزبانی باحسن طریق سے ادا کرتے۔ حضرت شاہ جی شام تک مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام بٹالہ میں تشریف لے آتے۔ ہزاروں احباب ان کے ہمراہ ہوتے۔

ایک سال (مجھے سن یاد نہیں رہا) قادیانی خلیفہ نے فرنگی حکومت کو درخواست دی کہ "سید عطاء اللہ شاہ بخاری لاکھوں مسلمانوں کے ہمراہ قادیان میں جمعۃ الوداع اداء کرنے آ رہا ہے۔ ہمیں اس سے خطرہ ہے۔ لہٰذا بخاری کو قید کر دیں کہ وہ قادیان میں نہ آئے" چنانچہ حکومت پنجاب نے ڈی سی گورداسپور کے ذریعہ تمام ضلع میں اعلان کروا دیا۔ کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے داخلۂ قادیان پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ وہ قادیان شہر کے ارد گرد تین میل کے حدود میں داخل نہیں ہو سکتے۔ شاہ جی کے جمعۃ الوداع اور سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے سالانہ اجتماعات اتنے بڑے ہوتے

تھے کہ مقررین کی پرزور تقریروں کی ہیبت اور گرج سے قادیان کے درودیوار لرز جاتے تھے۔ مرزائیت نواز حکومت کا یہ اعلان سن کر لوگ بہت پریشان ہوئے۔ اکثر احباب حضرت شاہ جی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بڑی پریشانی کا اظہار کرتے اور کہتے شاہ جی اب کیا ہوگا؟ بعض نے مشورہ دیا اب قادیان کی بجائے بٹالہ شہر کے باہر کسی وسیع جگہ پر جمعہ ادا کیا جائے۔ لیکن میرے مذہبی اور سیاسی قائد علیہ رحمۃ نے بڑے پرجوش لہجہ میں فرمایا، گھبرانے اور پروگرام کو تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قادیان میں داخلہ کی پابندی بخاری پر ہے تم پر نہیں۔ چنانچہ طے پایا علی الصبح سحری اور نماز فجر سے فارغ ہو کر تمام رضاکار قادیان کی طرف چل پڑیں۔ جہاں سے قادیان کا فاصلہ تین میل رہ جائے وہاں میرا منبر رکھ دیں اور سامعین کے لئے قادیان کی طرف بیٹھنے کا انتظام کر دیں۔ چنانچہ امیر شریعت کے حکم کی تعمیل میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ قادیان کی طرف روانہ ہوگئے۔ قادیان سے تیسرے میل کے فاصلہ پر سکھوں کا ایک گاؤں تھا (تتلے)(۲) مرزائیت کی تاریخ میں یہ گاؤں بڑی اہمیت رکھتا تھا اس لئے کہ اسی تتلے گاؤں کے نام پر مرزا کا ریسٹ ہاؤس تھا۔ یہاں میر ناصر نواب دہلوی رہتا تھا جس کی لڑکی نصرت جہاں بیگم (مرزائیوں کی ماں) کا نکاح مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی وساطت سے مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا۔

(تب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا اور مولانا محمد حسین بٹالوی سے دوستی کا تعلق تھا) جو موجودہ مرزائی خلیفہ طاہر احمد کی دادی تھی۔ اس کی زمین میں حضرت شاہ جی کا منبر رکھ دیا گیا۔ لوگوں کے لئے قادیان کی طرف بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ لاؤڈ سپیکر کا اس قدر انتظام تھا کہ وہاں دو میل کے فاصلہ پر آریہ سکول قادیان کا گیٹ تھا اور اس کے بلند مناروں پر لاؤڈ سپیکر کے ہارن چاروں طرف باندھ دیئے۔ اجتماع میں بانس گاڑ کر سینکڑوں ہارن باندھ دیئے گئے۔ انتظام اور ڈیوٹی تو احرار رضاکاروں پر ختم تھی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ گندم کی فصل تقریباً ایک فٹ تک زمین سے باہر آ چکی تھی۔

گندم کی فصل لاکھوں سامعین کے قدموں میں کچلی جا چکی تھی۔ لیکن اللہ کی رحمت سے اگلی رات کو آسمان سے بارش ہوئی جس سے وہ کچلی ہوئی فصل کھڑی ہو گئی اور اس قدر بڑھی کہ پہلے کی نسبت کئی گنا غلہ برآمد ہوا)۔ تتلے گاؤں کے سکھ تقسیم تک ہمیں کہتے رہے اور تقاضا کرتے رہے کہ ہمارے گاؤں کی زمین پر ایک اور خطبۂ جمعہ رکھ لیں۔ ہماری زمین پر بخاری صاحب نے تین گھنٹے قرآن کی تلاوت کی جس کی برکت سے اس قدر غلہ پیدا ہوا کہ ہمارے آباؤ اجداد نے کبھی اتنا غلہ حاصل نہیں کیا۔ یہ سب حضرت بخاری کی کرامت اور قرآن پاک کی برکت سے ہے۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ، خطابت کا بادشاہ، حسن و جمال کا پیکر، جرأت اور استقامت کا پہاڑ خالص ہاشمی خون سے منور جب بارہ بجے سے پہلے اجتماع میں تشریف لائے تو تا حد نگاہ لاکھوں کا اجتماع قادیان کی دیواروں سے ٹکرا رہا تھا۔ خدا کی قسم میں نے ہندو پاکستان کی بارہ صدی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ آج تک نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کبھی آنکھ نے دیکھا جتنا اجتماع حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جلسوں میں ہوتا تھا۔ حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ نے سنت جمعہ کی چار رکعت ادا کی اور منبر رسول کا اصل وارث منبر پر تشریف فرما ہوا۔ اس اجتماع میں ہزاروں غیر مسلم بھی تھے۔ جب سامعین کی نگاہیں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ انور پر پڑتیں تو ان کے چہروں کی کیفیت دیدنی ہوتی۔ آپ نے پورے بارہ بجے خطبۂ مسنونہ اور تلاوت قرآن پاک سے تقریر کا آغاز فرمایا۔ تین گھنٹے خطبہ ارشاد فرمایا۔ قرآن پاک کی تلاوت پرسوز انداز میں فرمائی۔ سامعین پر رقت

طاری تھی۔ دل و دماغ منور ہوگئے۔ اس جمعہ کی تصویر نصف صدی گزرنے کے باوجود دل و دماغ پر نقش ہے۔ جب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو دل تصور سے کانپ جاتا ہے۔ بے ساختہ زبان سے حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائیں نکلتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا اعتراف کرتا ہوں جو اس نے طاقت گویائی اور انداز بیان کی شکل میں حضرت بخاری مرحوم پر فرمایا تھا۔

آپ کی وفات سے ایک روز قبل مجھے خواب میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ میں نے آپ کو بہت نحیف دیکھا۔ صبح بورے والا سے ملتان آ کر اپنے محترم رفیق اور تمام اکابر کے ساتھی، قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد حضرت مولانا عبدالرشید صدیقی (جنڈی ویڑہ پاک دروازہ، ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث ملتان) جو کہ ۱۹۳۲ء سے لے کر تقسیم ملک تک مجلس احرار ملتان کے ناظم و جنرل سیکرٹری رہے۔ ان کی معیت میں حضرت قبلہ شاہ جی کی بستر مرگ پر زیارت کی۔ اسی رات وہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شاہ جی کے فرزند اکبر سید ابوذر بخاری کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی۔ اور رات قلعہ قاسم باغ میں پر تعزیتی جلسہ میں بھی شریک ہوا۔ اب بھی پیرانہ سالی کے باوجود جب کبھی دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ یا مدرسہ رحمانیہ ملتان کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لئے آتا ہوں تو شاہ جی کی قبر مبارک پر دعا کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت سے حضرت شاہ جی کے فردوس میں درجے بلند کرے۔ اور ان کے فرزندانِ گرامی کو بھی اپنے عظیم والد مرحوم کی طرح دین حق کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین

بقیہ از ص ۵۴

سماعت شروع ہوئی۔ تو انہوں نے ببانگ دہل اقبال کرلیا کہ میں نے اس معرکہ میں حتی المقدور حصہ لیا تھا۔ کلکٹر کو شاگرد ہونے کی وجہ سے مولانا سے ہمدردی تھی۔ اس نے سماعت ملتوی کردی اور مولانا سے کہلا بھیجا کہ آپ جرم سے انکار کردیں تاکہ ہمارے لیے سہولت پیدا ہو دوسرے روز پھر پیشی ہوئی۔ مولانا نے کل سے زیادہ اصرار کے ساتھ پھر اقبال جرم کرلیا۔ اب کلکٹر کے لئے سزائے موت کا فیصلہ دینے کے سواء کوئی چارہ نہ تھا۔ فیصلہ سنادیا۔

جب فیصلہ پر عمل درآمد کا وقت آیا، مولانا کو بندوق کی گولی کا نشانہ بنانا تھا۔ کلکٹر پھر جذباتی ہو کر آنسو بہاتا ہوا۔ مولانا کے سامنے ہوا اور کہا کہ اگر آپ اب بھی انکاری ہوجائیں تو میں موت کے منہ میں جانے سے آپ کو بچالوں گا۔ مولانا نے بگڑ کر فرمایا۔ کیا میں تمہارے کہنے پر اپنے ایمان سے ہاتھ دھولوں اور اپنی آخرت برباد کردوں۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغش
سرِ دوستاں سلامت کہ او خنجر آزماید

یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کردی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

ماخذ (۱) نقشِ حیات (از حضرت مولانا حسین احمد مدنی) (۲) ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء (از مفتی انتظام اللہ شہابی) (۳) علماء ہند کا شاندار ماضی (از مولانا محمد میاں)

---

(۱) میں میٹرک کا سٹوڈنٹ تھا لیکن دو شخصیتوں حضرت بخاری اور ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہم نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ میں سکول ڈیسک چھوڑ کر مسجد کی صفوں پر بیٹھ کر دین سیکھنے لگا)